AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 1, March 2022, PP: 83-98
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

دہشت گردی اور اسلامی تصوّرِ قِتال میں حدِّ فاصل کے علمیاتی دائرہ کار: ایک تقابلی جائزہ

An Epistemological Domain of Line of Demarcation between Terrorism and Islamic Concept of Qitāl: A Comparative Review

Wajid Mehmood [1*], Manzoor Ahmad Azhari [2]
[1] School Education Department, Punjab, Pakistan
[2] Associate Professor, Department of Islamic Studies, HITEC Univeristy Taxila, Pakistan

ABSTRACT

This paper aims to conduct a comparative review in order to understand the line of demarcation between terrorism and Islamic concept of Qitāl. It is the matter of great concern, as one may assume that both viewpoints are very relevant to the bloodshed and beheading. The research question searching for what the difference is and what are the parameters that both are as different as two poles apart demands that each should be considered and judged under the epistemological domain of their own. Analytically it may be assessed that both are completely dissimilar in all respect either in fundamental thought or objective required to be achieved by each. Islamic concept of war and restoration of peace is totally encapsulated with the principles that govern and exercised with limitations in any situation to cope with indispensable circumstances. The golden principles of Islamic war (Jihād and Qitāl) have been adorned with the well balance philosophy epistemologically interconnected with Justice and Mercy towards the social amelioration and betterment in addition to the removal of upheaval, disorder and disruption resorting peace and harmony for the whole humanity.

***Keywords**: Extremism, Jihād and Qitāl, Distinction, Islamic Epistemology, Principles, Objectives .*

*Corresponding author’s email: wajidmahmood95@gmail.com

تمہید:

امن و سلامتی ہر انسان بل کہ ہر معاشرے کی بنیادی اور اہم ضرورت ہے کیوں کہ عزت، جان اور مال کا تحفظ راہِ حق کے متلاشی کے لیے منزل کی طرف سفر کو آسان بناتا ہے۔ فطرتِ انسانی بھی پر امن زندگی گزارنے کا رجحان رکھتی ہے کیوں کہ لفظ "انسان" کا اشتقاق اگر اُنس سے مانا جائے تو باہمی انسیت اور سکھ چین سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنا بھی اس اشتقاق کا تقاضا ہے اور یوں امن و سلامتی انسان کی فطرت میں شامل ہوگی۔ کوئی بھی انسانی معاشرہ حسن و جمال کا عظیم پیکر اور بے شمار خوبیوں کا جامع ہونے کے باوجود اس وقت تک مثالی معاشرہ نہیں ہو سکتا جب تک اسے پُر امن ماحول مہیا نہ ہو۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پُر امن معاشرے کے قیام کے لیے تعلیم اور معاشی خوشحالی ضروری عنصر ہیں لیکن امن و سلامتی پُر امن معاشرے کی سب سے اہم ضرورت ہے اور اسی پر تعلیم اور معاشی خوشحالی کا دار و مدار ہے۔

گزشتہ کئی دہائیوں سے دہشت گردی کی اذیت ناک لہر نے امت مسلمہ کو بالعموم اور ملکِ پاکستان کو بالخصوص بہت نقصان پہنچایا حالانکہ اسلام فی نفسہ امن و آشتی کا مذہب ہے یہ بات مسلّمہ ہے اور یہ فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑتا ہے۔ جب کہ مسلح افراد کی فساد انگیزی و انسانی قتل و غارت گری، مساجد و مزارات، تعلیمی اداروں، بازاروں، سرکاری عمارتوں اور پر امن انسانی بستیوں پر خود کش حملوں کو اسلام اور جہاد سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ایسے حالات کمزور اور طاقتور کے درمیان تناؤ اور کشیدگی کا ماحول پیدا کرتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ملتِ اسلامیہ اور پوری دنیا کو دہشت گردی کے مسئلہ پر حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے اور اسلام کا واضح مؤقف قرآن و سنت اور کتبِ عقائد و فقہ کی روشنی میں واضح کیا جائے۔

مسئلہ تحقیق:

معاشرتی امن کی ضرورت و اہمیت سے آگاہی حاصل کرنا اور امن و امان کے بارے میں اسلام کے آفاقی تصورات کو بیان کر کے دہشت گردی اور قتال میں بنیادی فرق کو واضح کرنا مقالہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ تاہم یہ سوالات اہم ہیں کہ کیا اسلام نے دہشت گردی کے اس عالمی مسئلہ کے بارے میں ٹھوس اور حتمی تعلیمات دی ہیں؟ اگر واقعی دی ہیں تو دورِ حاضر میں یہ کس حد تک اثر پذیر ہیں اور اس سے گلوخلوصی میں ان کا کیا کردار ہے؟ اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ **وہ کون سی حدِ فاصل ہے جو انسانی جان کے تلف ہونے کے باوجود قتال اور دہشت گردی کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے؟**

دہشت گردی کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

لغت کی قدیم کتابوں میں 'دہشت گردی' کی اصطلاح نہیں ملتی بل کہ بعض معاصر اہلِ لغت نے اس لفظ کو اپنی لغات میں بیان کیا ہے۔ انگریزی زبان میں "Terror/Terrorism" کے الفاظ دہشت گردی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو کہ اس کی اصل ہیں۔ عربی زبان میں اس کے لیے "ارہاب" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کے لغت میں مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔

لغتِ عرب میں دہشت گردی کے لیے "ارھاب" کا لفظ بولا جاتا ہے جس کے حسب ذیل معانی مراد لیے جاتے ہیں۔ ابنِ منظور نے لسان العرب میں لکھا کہ "کلمۃ 'رھب' اور اس کے مشتقات سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں جیسے، خوف اور خشیت، رعب و ڈر، جنگوں اور معرکوں میں جبر و تشدد کرنا ہے۔" [1] گویا دہشت گردی کا پورا مطلب دانستہ اور ناحق ظلم و تعدی کرنا یا خوف و ہراس پھیلانا۔

لغت نامہ دھخدا نے "دہشت گردی" کی تعریف میں لکھا ہے کہ دہشتگردی کی اصطلاح (Terror) سے ماخوذ ہے جس کے معنی فارسی میں "اسلحہ کے ذریعہ سیاسی قتل" کے رائج ہوگئے ہیں اور عربی لفظ "ارھاب" کو (Terror) کے مقابلہ میں استعمال کرتے ہیں، فرانسیسی لغت میں یہ لفظ "خوف وحشت" کے معنی میں آیا ہے۔[2]

آکسفورڈ ڈکشنری میں (Terrorism) کا معنی ہے:

> *The unlawful use of violence and intimidation, especially against civilians, in the pursuit of political aims.* [3]

سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے تشدد اور دھمکیوں کا خاص طور پر شہریوں کے خلاف غیر قانونی استعمال کرنا۔

ذیل میں عربی لغت سے دہشت گردی کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

مسعود جبران کے مطابق: "والارھابی من یلجاء الی الارھاب بالقتل او القاء المتفجرات او التخریب لاقامة السلطة۔"[4]

" دہشت گرد اس کو کہا جاتا ہے جو قتال اور دھماکہ خیز مواد کے ذریعے طاقت و حکومت کا نفاذ چاہتا ہو۔"

اصطلاح میں دہشت گردی کا مفہوم :

دہشت گردی کا اصطلاحی مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دہشت گردی کی کوئی جامع تعریف میں اس قدر اختلافات ہیں کہ آج تک اس کی کوئی بھی جامع ومانع اور متفقہ تعریف سامنے نہیں آسکی۔ اس لیے بعض معاصر مؤرخین نے اس کی مختلف تعریفات ذکر کی ہیں۔ ذیل میں دہشت گردی اور ارھاب کی بعض اصطلاحی تعریفات ذکر کی جاتی ہیں۔ **محمد فتحی عید کے مطابق** "کل فعل یرتکب بصفة غیر مشروعة کالقتل والخطف وغیرھا من الأفعال التي تسبب أضراراً جسدیة ویترتب علبھا آثار دولیة-"[5] "ہر وہ فعل جو غیر مشروع صفت کے ذریعے ہوتا ہے جیسے قتل کرنا اور اغوا کرنا یا اس جیسے دوسرے افعال جو جسمانی نقصان کا سبب بنیں اور ان کے سبب ملکوں پر منفی اثرات مرتب ہوں۔"

رابطہ عالم اسلامی کی زیر نگرانی اسلامی فقہ اکیڈمی کی جانب سے سولہویں کانفرنس 1422 ہجری میں مکۃ المکرمہ میں منعقد ہوئی اس میں دہشت گردی کی جامع تعریف یہ قرار پائی کہ "وہ ظلم وزیادتی جو انسان کے دین وعقل، مال وعزت پر افراد وتحریکات اور جماعتوں کی جانب سے کی جائے۔ اس میں خوف وہراس، ایذا رسانی، تہدید وتخویف، ناحق قتل، راستوں کو پر خطر بنانا، رہزنی اور ڈاکہ زنی جیسی تمام صورتیں داخل ہیں۔ اور ہر وہ دہشت اور دھمکی آمیز اقدام جو کسی ایسی انفرادی یا اجتماعی مجرمانہ منصوبہ بندی کی تنفیذ کے لیے ہوتا ہو جس کا مقصود لوگوں میں خوف پھیلانا، انسانی جان کی آزادی اور امن وسکون کو خطرے میں ڈال کر ڈرانا دھمکانا، اسی طرح ملک کے کسی خطے کو، رفاہ عامہ کی چیزوں کو یا عوامی یا ذاتی ملکیتوں کو نقصان پہنچانا یا سرکاری اور قدرتی ذرائع آمدنی کو تباہ وبرباد کرنا۔"[6]

سپریم کورٹ آف پاکستان کے مطابق دہشت گردی کی تعریف:

سپریم کورٹ آف پاکستان نے چیف جسٹس آصف سعید کھوسہ کی سربراہی میں 7 رکنی بینچ نے 30 اکتوبر 2019 کو 2 اپریل کو محفوظ کیا گیا دہشت گردی کی تعریف سے متعلق 59 صفحات پر مشتمل اپنا فیصلہ سنایا۔ عدالت عظمی کے فیصلے کے مطابق: "منظم منصوبے کے تحت مذہبی، نظریاتی و سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے پر تشدد کارروائی، حکومت یا عوام میں منصوبے کے تحت خوف وہراس

پھیلانا، جانی و مالی نقصان پہنچانا دہشت گردی ہے۔ سپریم کورٹ نے لکھا کہ منصوبے کے تحت مذہبی فرقہ واریت پھیلانا، منصوبے کے تحت صحافیوں، کاروباری برادری، عوام اور سوشل سیکٹر پر حملے دہشت گردی ہے۔ اسی طرح منصوبے کے تحت سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا، لوٹ مار کرنا، قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں اور سیکیورٹی فورسز پر حملے بھی دہشت گردی قرار دئے گئے ہیں۔"[7]

دہشت گردی کی گذشتہ تعریفات سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جو کسی فرد، جماعت، گروہ یا ریاست کی طرف سے ہوتا ہے اور جس میں غیر قانونی طریقوں سے بغیر سوچے سمجھے یا باقاعدہ منظم انداز میں سوچتے ہوئے مختلف قسم کے مقاصد کے حصول کے لیے خوف اور وحشت پیدا کی جاتی ہے۔ لوگوں کا مال، عزت و آبرو، دین و عقل کو ناجائز طریقوں سے تباہ وبرباد کیا جاتا ہے۔ تاہم ان تمام تعریفات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دہشت گردی کا مقصد سیاسی، معاشی اور معاشرتی اہداف کو مدنظر رکھ کر غیر مشروع اور غیر قانونی طریقے سے معاشرے اور لوگوں میں خوف وہراس پیدا کرنا تاکہ معاشرے میں تباہی و فساد پیدا ہو اورامن و سکون تباہ و برباد ہو اور اس عمل میں سرکاری املاک وقدرتی ذرائع آمدنی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور رفاہ عامہ کی چیزوں کو نشانہ بناکر عوامی وذاتی ملکیتوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

دہشت گردی کی لغوی و اصطلاحی تعریفات ذکر کرنے کے بعد ذیل میں جہاد اور قتال کا معنی و مفہوم ذکر کیا جاتا ہے تاکہ دہشت گردی اور جہاد کا معنی و مفہوم سمجھ لینے کے بعد ان دونوں کے مابین فرق کو سمجھنا آسان ہو۔

جہاداور قتال کا معنی و مفہوم:

عموماً جہاد و قتال ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں لیکن قرآن وحدیث اور فقہی اصطلاح میں ان دونوں کو الگ الگ معانی میں استعمال کیا گیا ہے جہاد کے کئی ایک معنی ہیں، جہاد بول کر قتال کے ساتھ کئی اور معانی بھی مراد ہوتے ہیں جب کہ قتال سے مراد صرف راہ خدا میں لڑائی ہی ہے۔

جہاد کا معنی و مفہوم:

لغوی طور پر لفظِ جہاد کا مادہ " ج،ہ،د " ہے جو بنیادی طور پر مشقت، طاقت اور کوشش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس مادہ سے بننے والے دو الفاظ دین اسلام میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک جہاد اور دوسرا اجتہاد۔ جہاد دین اسلام کے سیاسی غلبے کے لیے کی جانے والی کوشش کا نام ہے اور اجتہاد شریعت اسلامیہ کے فکری غلبے کے لیے کی جانے والی ہر کوشش، سعی اور جد جہد کا نام ہے۔ الفراہیدی لکھتے ہیں:"الجهد:ماجهد الإنسان من مرض أو أمر شاق فهو مجهود والجهد لغة بهذا المعنیٰ۔"[8]" جہد کا لفظ(اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ انسان کو کوئی بیماری یا سخت کام لاحق ہو اور اسی سے مجھود لفظ بھی بنا ہے۔ جہد کا لفظ عربی لغت میں اسی معنی میں ہے۔)"

جہاد مشتق ہے "جهد " سے اور بمعنی مشقت برداشت کرنا ہے جبکہ جہاد بمعنی کسی کام کے کرنے میں مکمل کوشش کرنا کہ کسی قسم کی کمی و نقص نہ رہے۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ "جهد فی الامر " بہت کوشش کرنا۔ جہاد مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جہاد کی بابت بولا جاتا ہے "جاهد مجاهدة وجهداً " یعنی پوری طاقت لگا دینا۔

جہاد کی اصطلاحی تعریف:

شریعت اسلامیہ میں جہاد کا معنی ہے "بذل المسلم طاقته وجهده فی نصرة الاسلام ابتغاء مرضاةالله۔" " جہاد سے مراد ہے دین اسلام کی اشاعت و ترویج، سربلندی واعلائے کلمۃ اللہ اور حصول رضائے الٰہی کے لیے تمام تر جانی ومالی، جسمانی و ذہنی اور لسانی استعداد اور صلاحیتوں کو وقف کرنا۔" جیسا کی بدائع الصنائع میں ہے "بذل الوسع والطاقة بالقتال في سبيل الله عز وجل بالنفس والمال واللسان أو غير ذلك"[9] "راہِ خدا میں قتال کی خاطر نفس ومال اور زبان وغیرہ کی پوری قوت وطاقت لگا دینا۔"

جہاد کی اصطلاحی تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ 'جہاد' سچائی کی حمایت میں بڑے درجے کی کاوش کا نام ہے۔ یہ لفظ جنگ کا ہم معنی نہیں، جو عربی میں بطورِ قتال استعمال ہوتا ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے جدوجہد لفظ 'جہاد' کے معنوی دائرہ کار میں شامل ہے۔ یہ جدوجہد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، غلبہ دین محمدی ﷺ اور احکامات وہدایاتِ اسلامی کے فروغ کے لیے ہے۔

قتال فی سبیل اللہ کا معنی ومفہوم:

جہاد اور دہشت گردی کی بحث میں جب قتال کا ذکر آتا ہے تو یہ عمل اپنے اندر جہاد کا مکمل تصور نہیں رکھتا بل کہ جہاد ایک کل (Totality) ہے اور قتال جہاد کا ایک جزو ہے یہ قرآن حکیم میں 42 مرتبہ اور جہاد 28 مرتبہ آیا ہے۔ ان آیات کا اسباب نزول کی روشنی میں بغور مطالعہ ہی دونوں میں فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ "قتال" سے مراد ہے، " اللہ کی راہ میں مسلح جنگ" اس سے مراد ہے کہ اس لڑائی میں شریک مجاہد کو فقط اپنے رب کی رضا مقصود ہوتی ہے، جو شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق لڑتا ہے۔

اسی بابت حضور ﷺ نے فرمایا: "الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ وَأَطَاعَ الإِمَامَ وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ كَانَ نَوْمُهُ وَنُبْهُهُ أَجْرًا كُلُّهُ وَأَمَّامَنْ غَزَارِيَاءًوَسُمْعَةً وَعَصَى الإِمَامَ وَأَفْسَدَفِي الأَرْضِ فَإِنَّهُ لاَيَرْجِعُ بِالْكَفَافِ۔"[10] لڑائی کی دو قسمیں ہیں، جس نے خالص اللہ کی رضا کے واسطے لڑائی لڑی اس میں اپنے حکمران کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا اور فساد سے اجتناب کیا، تو اس کا سونا جاگنا سب باعثِ اجر ہو گا۔ اس کے برعکس جس نے دنیا کو دکھانے اور شہرت وناموری کے لیے تلوار اٹھائی، اپنے حکمران کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر بھی نہ چھوٹے گا۔"

اللہ کے راستے میں جنگ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں کو بزور مسلمان کیا جائے یا جمہوری حکومتوں کو ختم کرکے غیر مسلموں پر مسلمانوں کی حکومت قائم کی جائے۔ کیوں کہ قرآن مجید نے انفرادی واجتماعی ہر دو حیثیتوں میں انسان کو اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کا حق دیا ہے، بشرطیکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب نہ ہو، یعنی اس کے اقدامات سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ قرآن عزیز نے مسلمانوں کو دنیا کی تمام اقوام کے ساتھ ہر معاملے میں انصاف کا برتاؤ روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ دینِ اسلام نے جہاں جنگ وجدل اور فساد فی الارض سے منع فرمایا ہے وہیں اپنی زندگی کو امن و آشتی اور آزادی کے ساتھ گزارنے کے لیے اور حق زندگی کے لیے اگر کبھی جنگ کی ضرورت پڑھ جائے تو اس کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ قتال کی چند جائز اور مشروع صورتیں حسب ذیل ہیں۔

قتال کی صورتیں ازروئے قرآن:

جنگ کی درج ذیل صورتوں کو قرآن مجید نے قتال فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔

مدافعانہ جنگ: جب ایک مسلمان ریاست پر حملہ ہو تو اسے اپنی مدافعت کا حق حاصل ہے "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ-"[11] "صرف مد مقابل سے جنگ کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ بھی جنگ لڑائی کر رہا ہو۔ اسی کو مدافعانہ جنگ کا دفاع کا نام دیا جاتا ہے۔ مزید ارشاد ہے۔ "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ "[12] جو مظلوم ہیں ان کو بھی ظالم کے خلاف لڑنے کی اجازت دی گئی تاکہ وہ اپنے ظلم کا بدلہ لے سکیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اسلامی جنگوں میں بدر، احد، حنین، خندق وغیرہ کو دفاعی اقدام قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمان رات کو جنگی اوزار کے ساتھ یعنی (Full War Kit) میں سوتے تھے۔[13]

مظلوم مسلمانوں کی حمایت:

اگر کسی ملک میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہو رہا ہو، یا وہاں کے باشندوں کو حکومت کی طرف سے اسلام پر عمل کرنے اور اس کے فرائض کی بجاآوری سے روکا جارہا ہو، تو ان کی حمایت کے لیے بھی جنگ کرنا جائز ہے۔ اسی مضمون کو سورۃ النساء کی درج ذیل آیت مقدسہ میں ذکر فرمایا "وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَة الظَّالِمِ اَهلُها وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِيْرًا"[14] "آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، ہمیں ظالم باشندوں کی اس بستی سے نکال اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر"

جہاد (قتال) کا حکم: فقہاء کے نزدیک جہاد دو حصوں میں منقسم ہیں۔ 'اقدامی جہاد' جسے جہاد الطلب، دفاعی جہاد اور جہاد الدفع بھی کہتے ہیں۔
اقدامی جہاد: یعنی کہ از خود مجاہدین کفار پر حملہ کریں۔ **دفاعی جہاد** یعنی مسلمان ریاست پر حملہ کی صورت میں مسلمانوں کا دفاعی اقدام کرنا۔
صاحبِ قدوری دفاعی جہاد کے حکم میں لکھتے ہیں: "الجهادفرض على الكفايةاذا قام به فريق من الناس سقط عن الباقين وان لم يقم به احداثم جميع الناس بتركه۔"[15] "جہاد یعنی قتال (عام حالات میں) فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک گروہ اس فریضہ کو ادا کرے تو باقی کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اس کو ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔" کنزالدقائق میں پہلی قسم (اقدامی جہاد) کی بابت وہی معنی و مفہوم اور حکم لکھا ہے جو صاحبِ قدوری نے بیان کیا ہے۔ "الجهاد فرض كفايةابتداء فان قام به قوم سقط عن الكل والا اثموا بتركه"[16] کنز الدقائق کی متذکرہ بالا عبارت کی وضاحت میں علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے: "بيان لحكم فرض كفاية" کہ مذکورہ حکم فرض کفایہ جہاد کا ہے۔[17]

جہاد کی دوسری قسم یعنی دفاعی جہاد کے متعلق صاحبِ قدوری لکھتے ہیں کہ مسلمان ریاست کا دفاع اس قدر ضروری ہے کہ اگر دشمن مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ آور ہو تو تمام مسلمانوں پر دفاع کرنا واجب و لازم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عورت و غلام اپنے خاوند اور آقا کی اجازت کے بغیر نکلیں گے: "فان هجم العدو على بلدوجب على جميع المسلمين الدفع تخرج المراة بغير اذن زوجهاوالعبد بغير اذن الولى۔"[18]

جبکہ صاحب کنزالدقائق نے اس قسم میں بھی صاحب قدوری والا مؤقف ہی دہرایا ہے: "وفرض عين ان هجم العدوفتخرج المرآة والعبدبلااذن زوجهاوسيده۔"[19] اسی عبارت پر علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں۔ "لان المقصودعند ذالک لايحصل الاباقامةالكل فيفترض عل

الکل فرض عین فلا یظھر ملک الیمین ورق النکاح فی حقه کما فی الصلوٰۃ والصوم۔"[20] "یعنی عورت و غلام پر خاوند اور آقا کی اجازت سے استثنی اس لیے کہ مقصود (دشمن کا دفع کرنا) تمام لوگوں جہاد پر نکلے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا سب پر فرض عین قرار دیا جائے گا۔ اس لیے ملک یمین اور رق النکاح کے اثرات اس کے حق میں ظاہر نہ ہوں گے جیسے کہ نماز روزہ ہیں۔"

دہشت گردی اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے معنی و مفہوم کو سمجھ لینے کے بعد اب ان کی تعریفات کی روشنی میں دہشت گردی اور جہاد کے ما بین فرق کو بیان کیا جاتا ہے جو کہ اس ریسرچ کا بنیادی سوال اور مقصد و مدعا ہے۔

دہشت گردی اور جہاد میں فرق:

اسلام دینِ امن و آشتی کا ہے اور اپنے ماننے والے کے امن کا تو ضامن ہے ہی نہ ماننے والوں کا بھی ایسا خیال رکھا ہے کہ جس سے اس کی جان و مال اور عزت محفوظ رہتی ہے جبکہ بعض دشمن قوتوں نے اسلام کو ایک خوف اور بربریت کی شکل دینے کی بہت کوششیں کی ہیں مسلمانوں کو بنیاد پرست اور پھر اس سے بڑھ کر دہشت گرد ثابت کرنے کی گھناؤنی سازش کی جا رہی ہے۔ اس وقت مغربی میڈیا جہاد اور دہشت گردی کو لوگوں میں مشتبہ کر رہا ہے مسلم مفکرین اور دانشوروں نے ایسی فکر جس میں جہاد کو دہشت گردی کے مترادف خیال کیا جانے کا خدشہ تھا اور عوام کے اذہان کا جس سے لازماً کشمکش سے دوچار ہونا واضح تھا حد فاصل کھینچنے کی کاوش کی ہے۔ تاہم جہاد اور دہشتگردی میں مقاصد، آداب، نتائج اور ہر پہلو سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

تعریف کے لحاظ سے فرق:

جہاد اور دہشت گردی میں بنیادی فرق تعریفات کا ہے۔ دہشت گردی اور جہاد کی الگ الگ تعریفات تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہیں یہاں پر فرق کو واضح کرنے کے لیے دوبارہ مختصراً ذکر کی جاتی ہیں۔

دہشت گردی سے مراد سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے خوف و ہراس پیدا کرنا، تشدد اور قتلِ عام کے ذریعے دہشت پیدا کرنا، بم دھماکے کر کے بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا، سول آبادیوں اور نجی و سرکاری املاک کو تخریب کاری کا نشانہ بنانا ہے۔ جبکہ قتال کی تعریف کچھ یوں ہے کہ دین کے احیاء اور سربلندی کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرنا اور اپنے حقوق کے تحفظ و دفاع کے لیے ہر طرح کی جارحیت و تشدد کا مقابلہ کرنا۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاد اور دہشت گردی اپنی تعریفات کی روشنی میں اسی طرح ایک دوسرے سے ایسے ہی مختلف ہیں جس طرح یہ دونوں اپنے وجود، اشتقاق اور بناوٹ کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں لہذا ان دونوں کو ایک ہی چیز قرار دینا حقیقت کے برعکس ہے۔

اغراض و مقاصد کے لحاظ سے فرق:

دہشت گردی کا بنیادی مقصد ہی مادی و سیاسی اغراض کا حصول ہے۔ اس لیے کسی ملک کی معیشت پر کنٹرول کرنا، انہیں اپنے تابع فرمان بنانا یا انہیں غیر مستحکم بنا کر ان پر مسلسل خوف و دہشت طاری رکھنا اور بدامنی کی فضا پیدا کرنا، یہ سب دہشت گردی کے اغرض و مقاصد میں شامل ہیں۔ جبکہ قتال کے اغراض و مقاصد میں ایسی کوئی بدامنی اور غیر اخلاقی حرکت شامل نہیں بل کہ جہاد ان ناگزیر صورتوں میں کیا جاتا ہے جن صورتوں میں ہتھیار اٹھانے پر دنیا کی کوئی قوم تنقید نہیں کر سکتی۔ جہاد جن اغراض و مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

حقوق کا دفاع:

عزت و عصمت، جان و مال، اہل و عیال اور گھر بار، علاقہ و وطن کا تحفظ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ فرمایا "وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللہِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا.اِنَّ اللہ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔"[21] یعنی جو تمہارے ساتھ لڑیں تم ان کے ساتھ لڑو لیکن جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ لڑ کر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

ظلم کے بدلے میں جہاد:

ظلم کے بدلے کے طور پر بھی جہاد کیا جاتا ہے اسلام کسی پر بلا جواز ظلم و تعدی کی اجازت دیتا نہ ہی ظلم کو برداشت کرتا ہے بل کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔ "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِير "[22] یعنی مظلوموں کا ساتھ دینے اور ان کے دفاع میں لڑائی جائز ہے اور اللہ کریم بھی ان کا مددگار ہے۔

جن مسلمانوں پر کفار نے جنگ مسلط کر رکھی ہے یا اگر کفار نے مسلمانوں کے املاک پر قبضہ کر رکھا ہے تب بھی اسلام اپنے مقبوضات چھڑانے اور ان کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔" وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ "[23] یعنی ظالموں کو ان کے ظلم کے بدلے میں قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کا حکم ہے۔

اگر کہیں مسلمان مظلوم ہیں تو اقرب فالا قرب کی حیثیت سے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا فرض ہے۔ "وَٱلَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ مَا لَكُمْ مِّن وَلاَيَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُواْ وَإِنِ ٱسْتَنصَرُوكُمْ فِي ٱلدِّينِ فَعَلَيْكُمُ ٱلنَّصْرُ إِلاَّ عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ۔"[24] "اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تمھارے لیے ان کی کوئی رفاقت نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے اسلام کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے اگر کوئی عہد و پیمان نہ ہو۔" یہاں مسلمانوں کو باضابطہ حکمِ خداوندی ہے کہ اگر غیر مسلم ریاست میں تمہارے مسلمان بھائیوں پر زیادتی کی جا رہی ہو تو ان کی مدد کرنا لازم ہے اور اسے جہاد کہا جائے گا۔ اسی حکم کی تائید میں ایک اور آیت کریمہ: "وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا" [25] "بھلا کیا وجہ ہے؟ کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں اور عورتوں اور ننھے بچوں کے لیے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعا مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کر دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔"

دنیاوی اغراض و مقاصد سے پرہیز:

اسلام میں اقدامی جہاد کا مقصد محض دنیاوی مال و متاع اور مادی اغراض و مقاصد کا حصول نہیں بل کہ ان چیزوں کو ضمنی طور پر ان فوائد میں شامل کیا گیا جو جہاد کے نتیجے میں غالب آنے والے مسلمانوں کو ملتے ہیں۔ صرف انہیں بنیاد بنا کر جہاد کرنے کی اجازت نہیں بل کہ اقدامی جہاد کا مقصد غلبہ دین ہے۔ جیسا کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! "الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ"مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔"[26] "ایک شخص مالِ غنیمت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص نام کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتا ہے اس کی لڑائی فی سبیل اللہ ہے۔"

یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں محض دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے لڑائی کی کوئی گنجائش نہیں۔ علاوہ ازیں رسولِ خدا علیہ التحیۃ ولثنا کی مبارک زندگی سے بھی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے کوئی جنگی اقدام کیا ہو۔ قرآنِ کریم نے بھی محض دنیاوی مال کے لیے اپنی توانائی کو بصورتِ جہاد صرف کرنے کی سخت مذمت کی ہے۔" مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ۝أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔" [27] " جو لوگ (فقط) دنیوی زندگی اور اس کی زینت (و آرائش) کے طالب ہیں ہم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتے ہیں اور انہیں اس (دنیا کے صلہ) میں کوئی کمی نہیں دی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کچھ (حصہ) نہیں سوائے آتشِ (دوزخ) کے، اور وہ سب (اَعمال اپنے اُخروی اَجر کے حساب سے) اکارت ہوگئے جو انہوں نے دنیا میں انجام دیئے تھے اور وہ (سب کچھ) باطل و بے کار ہو گیا جو وہ کرتے رہے تھے (کیوں کہ ان کا حساب پورے اجر کے ساتھ دنیا میں ہی چکا دیا گیا ہے اور آخرت کے لیے کچھ نہیں بچا۔"

شہرت اور ناموری کی خاطر جہاد کی ممانعت :

اسلام نے شہرت و ناموری، ریاکاری اور فخر و تکبر، کا مظاہرہ کرنے کے لیے لڑائی سے روکا ہے۔ ﴿وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَٰرِهِم بَطَرًا وَرِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾[28] " اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور اللہ کے راستے سے روکتے تھے "اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بروز قیامت ایک شہید کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم نے میری نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟ تو وہ شہید جواب دے گا کہ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتی کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے؛"كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ.فَقَدْ قِيلَ.ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔" "تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لیے جہاد کیا تا کہ لوگ تمہیں بہادر کہیں، اور دنیا والوں کی طرف سے تمہیں بہادر کہا گیا پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا اور وہ اس شہید کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے " [29]

آداب و ضوابط کے لحاظ سے فرق:

دہشت گردی بذاتِ خود ایک گھناؤنا جرم ہے اس میں یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد میں اخلاقیات اور انسانیت کا پاس کیا جاتا ہو گا۔ کیوں کہ دہشت گردی کا سب سے بڑا ضابطہ ہی "مقصد کی تکمیل" ہے خواہ کتنا ہی گھناؤنا طریقہ کیوں نہ اختیار کرنا پڑے اور ذرائع کا گھٹیا ہونا مقاصد کے گھٹیا ہونے پر دلالت کرتا ہے جبکہ جہاد فی سبیل اللہ میں اخلاقی قدروں کا پاس کرتے ہوئے شریعت مطہرہ نے آداب و ضوابط مقرر کیے ہیں تا کہ بوقتِ لڑائی صرف ان ظالموں، سرکشوں اور دہشت گردوں کا ہی خون بہایا جائے جو حقیقتاً سزا کے مستحق ہیں اور معصوم و بے گناہ لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں۔

غیر اہلِ قتال کے قتل کی ممانعت :

محاربین میں اہلِ قتال اور غیر اہلِ قتال کے دو گروہ ہیں۔ جو جنگ میں عملاً حصہ لیتے ہیں وہ اہل قتال ہیں ان کو دورانِ لڑائی قتل کرنے کی اجازت ہے اور جو لڑائی میں شامل نہیں ہوتے وہ غیر اہلِ قتال میں شمار ہوتے ہیں(مثلاً عورتیں اور بچے، بیمار وزخمی اور اندھے ومعذور وغیرہ)اسلام نے اس گروہ کو قتل کرنے سے منع کیاہے۔ میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو ناراض ہو کر فرمایا"مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ؟" "یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی" یعنی جب یہ لڑائی میں شامل نہ تھی تو پھر اسے کیوں قتل کیا گیااور سالارِ فوج کو کہلا بھیجا"اَيَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلاَ عَسِيفًا "[30] "عورت اور اجیر کو ہر گز قتل نہ کرو۔"مزید آپ ﷺ نے دورانِ جنگ خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا"فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ "[31]مزید فرمایا "لاتقتلوا شيخًا فانيًا ولاطفلا صغيراً ولاامرأة"[32] "کسی بوڑھے ضعیف، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل مت کرو۔ خلاصہ یہ کہ وہ تمام لوگ جو لڑنے سے معذور ہیں، قتال سے مستثنیٰ ہیں بشرطیکہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں۔

آگ میں جلانے کی ممانعت :

آگ میں جلانا انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ عمل ہونے کے ساتھ ایک غیر فطری اور غیر انسانی عمل بھی ہے اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس سے منع فرمایااور اس کے ساتھ اس کی دوسری وجہ یہ بھی بیان فرمائی کہ آگ میں جلانا یا آگ کا عذاب دینا یہ صرف 'رب النار' یعنی اللہ تعالی کا کام ہے بندوں کو یہ کام روا نہیں۔[33]لہٰذا آگ میں جلانے سے اجتناب کرو دشمن کو زندہ جلا دینے کو بھی حضور ﷺ نے ممنوع قرار دیتے ہوئے فرمایا"إِنَّهُ لاَ يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلاَّ رَبُّ النَّارِ "[34]"آگ کا عذاب صرف آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔"

باندھ کر قتل کرنے کی ممانعت :

اسلام نے دشمن کو باندھ کر قتل کرنے جیسے فعلِ شنیع سے روکا ہے ۔باندھ کر قتل کرنا ایک غیر انسانی طرز عمل ہے چوں کہ اس سے تلف ہونے والی جان کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔جیسا کہ ایک معرکہ میں عبید بن یعلی، عبد الرحمن بن خالد کے ساتھ تھے کہ دشمن کے لشکر میں سے پکڑے جانے والے چار نوجوانوں کو آپ نے باندھ کر قتل کا حکم دیا ۔ حضرت ابو ایوب انصاری کو اس کی خبر پہنچی تو اُنہوں نے کہا:"سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا"" میں نے رسول اللہ ﷺ کو باندھ کر قتل کرنے سے روکتے سنا ہے۔رحمت کونین ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد ﷺ کی جان ہے، اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اسے باندھ کر قتل نہ کرتا۔" "فَبَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ-"[35] "عبد الرحمن کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے باندھ کر قتل کرنے کے کفارہ میں چار غلام آزاد کیے۔" اسی وجہ سے نبی رحمت علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے منع کرنے کی ترغیب میں ایک مرغی کی مثال بیان فرمادی تاکہ اس فعل شنیع کی ممانعت ان کی سمجھ میں بہ طریق احسن آسکے۔

غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز:

اہل عرب بعض دفعہ رات کو لشکر پر اچانک حملہ کر دیتے رحمت کائنات ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ حملہ کرتے وقت اپنے دشمن کو حملے کی شدت کو روکنے اور دفاع کا حق ہر حال میں حاصل ہے خصوصاً ایسے اوقات میں حملہ کرنا جب دشمن سو رہا ہو اور حملے سے غافل ہو اس سے شریعت اسلامیہ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے طرز عمل بھی یہی رہا کہ اگر آپ رات کو دشمن پر پہنچ بھی جاتے تب بھی صبح ہونے تک دشمن پر حملہ نہ کرتے تاکہ مد مقابل غفلت میں نہ مارا جائے۔"كان إذاجاء قومًا لم يغرحتى يصبح" [36]

تباہ کاری کی ممانعت :

دورانِ جنگ فصلوں اور کھیتوں کو تباہ کرنا، آبادیوں میں قتل و غارت گری، یہ عام ہوتا ہے جبکہ اسلام اسے فساد سے تعبیر کرتا ہے اور اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا:"وإذا تَوَلّىٰ سَعىٰ فِي الأَرضِ لِيُفسِدَ فيها وَيُهلِكَ الحَرثَ وَالنَّسلَ وَاللَّهُ لا يُحِبُّ الفَساد"[37]"

قتل اسیر و سفیر کی ممانعت:

دوران حملہ اگر کوئی دشمن قیدی بن جائے تو اس کے ساتھ ظلم و تشدد کرنا یا اس کو قتل کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اسی لیے فتح مکہ والے دن آپ ﷺ نے فوج کو جو ہدایات دیں ان میں فرمایا" ولا يقتلن أسيرا"[38] کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے" ایسے ہی جو سفیر اور قاصد دشمن کی طرف سے کوئی پیغام لے کر آئے اس کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا جیسے کہ مسیلمہ کذاب کے سفیر کو فرمایا"أَمَا وَاللَّهِ لَوْلاَ أَنَّ الرُّسُلَ لاَ تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا"[39] "اگر سفیروں کا قتل منع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا یعنی تمہیں قتل کر دیتا۔" اسی وجہ سے آج تک تمام دنیا کا یہ جنگی اصول ہے کہ کسی بھی جنگی قاصد یا سفیر کو دورانِ جنگ امان حاصل ہوتا ہے۔

مُثلہ کرنے کی ممانعت :

جنگ میں قتل ہو جانے والے دشمنوں کی نعشوں کے اعضائے جسمانی کو کاٹنا مُثلہ کہلاتا ہے اس سے انسانی تعظیم کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کو غیر انسانی اور غیر فطری کام دے کر منع فرمایا ہے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لوٹ کھسوٹ، مُثلہ کرنا اور بدعہدی کرنا ان تمام باتوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔"نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهْبَى وَالمُثْلَةِ" [40] نبی کریم ﷺ افواج کو روانہ کرتے وقت جنگی ہدایات میں تاکید فرماتے کہ نقضِ عہد اور مُثلہ نہ کرو اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو۔""لاتغدرواولاتغلوا ولاتمثلوا" [41]

بدعہدی کی ممانعت:

عام معاہدات ہوں یا جنگی معاہدے اس کی پاسداری اسلام کا نصب العین ہے اور مسلمان کا اولین فریضہ ہے۔ جو مسلمان عام معاہدات کو پورا نہ کرے اس کے لیے فرمایا کہ وہ بے دین ہے اور اگر دوران جنگ کسی سے امن کا معاہدہ کر لیا اور پھر اس کو توڑ کر کسی معاہد کو دھوکے سے قتل کر دیا تو اس کے لیے فرمایا کہ جس جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے وہ اس خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔[42]

بد نظمی ،افرا تفری اور افتراق وانتشار کی ممانعت :

گزر گاہوں اور راستوں پر پڑاوٗ ڈالنا، انہیں مسدود کرنا اور وادیوں میں منتشر ہونا جہاں اسے ایک طرف زمانہ جاہلیت سے تعبیر فرمایا تو دوسری طرف اسے شیطانی فعل سے تعبیر فرمایا یعنی جہاد ایک دینی فریضہ ہے اور اس طرح راہوں اور گزر گاہوں میں منتشر ہونا یہ ایک شیطانی عمل ہے ''إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ'' [43] اور یہ دونوں ایک ساتھ سر انجام نہیں دیے جاسکتے اسی لیے نبی رحمت ﷺ نے اس طرز عمل کا قلع قمع کرنے کے لیے فرمایا''أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلاً أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلاَ جِهَادَ لَهُ'' [44] کہ ایسا طرزِ عمل اپنانے والے کا گویا جہاد ہی نہیں تو مجاہدین نے اس شیطانی اور جاہلیت کے طرزِ عمل کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد اس لشکر کی کیفیت یہ بن جاتی کہ سب ایسے سمٹ کر پڑاوٗ ڈالتے کہ سب ایک چادر کے نیچے سما جاتے۔[45]

شور وغل اور ہنگامہ آرائی سے احتراز:

نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اہلِ عرب اکثر جنگ کے موقع پر اس قدر کہرام مچاتے اور غُل غپاڑا کرتے کہ اس کا نام ہی 'غوغا' پڑ گیا آپ کی بعثت کے بعد بھی اہل عرب نے وہی وطیرہ اپنانا چاہا لیکن رحمت کونین ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جس رب کو تم پکارتے ہو وہ نہ بہرہ ہے اور نہ ہی غائب، وہ تمہارے ساتھ بھی ہے اور تمہارے قریب بھی اور سب کچھ سنتا بھی ہے لہذا تم وقار اور اطمینان کے ساتھ چلو۔[46]

وحشی پن اور غیر مہذبانہ طرز عمل پر نبوی ہدایات :

جہاد ایک دینی فریضہ ہے جبکہ اس کی ادائیگی میں وحشی پن اور غیر مہذبانہ طرز عمل نامناسب اور ناقابل قبول ہے۔ میدان جہاد کی طرف روانگی سے قبل ان تمام افعال واعمال کو ترک کرنے اور جنگی معاملات میں مہذب برتاؤ سے متعلق ہدایات دینے کا طریقہ نبی امی ﷺ نے آج سے صدیوں پہلے جاری کیا تھا جس سے اہل مغرب انیسویں صدی کے وسط تک نابلد تھے۔ نبی رحمت ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرنے لگتے تو سب کو جمع کر کے جنگی معاملات سے متعلق نبوی ہدایات دیتے کہ دورانِ قتال تم پر تقوی اور خوفِ خدا کا غلبہ ہونا لازم ہے۔ جنگ میں نقضِ عہد اور مالِ غنیمت میں خیانت سے بچو، کسی بچے کو قتل نہ کرو اور انسانی نعش کا مُثلہ کے ذریعے بے حرمتی نہ کرو۔[47]

ان احکامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ کو ان تمام وحشیانہ اور غیر مہذبانہ افعال سے پاک صاف کر دیا جو اس دور میں جنگ کا لازمی حصہ بن چکے تھے۔ اسیران وسفرا کا قتل، انسانی نعشوں کی مُثلہ کی صورت میں بے حرمتی واعضا کی قطع وبرید، معاہدین و غیر اہلِ قتال کا قتل، دشمنوں کو آگ میں جلانا، لوٹ کھسوٹ، بد عہدی وپیمان شکنی، قطع الطریق، فصلوں اور بستیوں کو اجاڑنا، لشکر کی بد نظمی و وحشیانہ پن، سب کچھ آئینِ واصولِ جنگ کے خلاف قرار دیا گیا اور جنگ صرف ایک ایسی چیز رہ گئی جس میں شریف اور بہادر آدمی دشمن کو کم سے کم ممکن نقصان پہنچا کر اس کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔

نتائج بحث:

اس گفتگو سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتاہے کہ دہشت گردی اپنے مفروضہ جات اور علمیاتی دائرہ کار (Epistemological domain) کے لحاظ سے اسلامی تصور قتال سے کوسوں دور ہے اور کسی بھی صورت کسی تصور سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ قتال کی عملی اور ظاہری اشکال اپنے پس پردہ فتنہ شر کے خاتمے اور قیام امن کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بہت سارے ایسے قواعد وضوابط سے منسلک ہیں جو فطری طور پر انسانی معاشرتی امن اور خیر سگالی کے لیے ناگزیر ہے۔ جبکہ دہشت گردی فساد انگیزی، تباہی، انسانی جانوں کے ضیاع اور امنِ عالم کی بربادی جیسی شنیع عمل اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اسلامی تصورِ قتال اپنے فکر وفلسفہ میں برائی کے خاتمے اور شر سے نکلنے اور خیر کی طرف سفر کا نام ہے۔ جبکہ دہشت گردی اس کے برعکس عمل ہے جس میں ظاہری برائی کے علاوہ مخفی اور وقتی نہ نظر آنے والی دورس نتائج پر مبنی معاشروں کی تباہی مضمر ہے۔

اس مطالعہ سے بات اظہر من الشمس ہے کہ جہاد اور دہشت گردی اپنے فلسفے، بنیاد اور ماہیت میں ایک دوسرے سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ جہاد بالخصوص 'جہاد بالسیف' ایک مذہبی فریضہ ہے جو کہ بہت سی قیود سے مشروط جدوجہد ہے۔ جہاد کا مقصدِ اعظم اعلائے کلمۃ اللہ ہے جبکہ دہشت گردی معصوم لوگوں پر کیا جانے والا ایک پر تشدد عمل ہے۔ یہ ایک ایسی فکر اور نظریہ ہے جس کو صحیح اور بجا ثابت کرنے کے لیے اسلام سے منسلک کرنا نہ صرف ناکام کوشش ہے بل کہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ دہشت گرد چند ایک جزئیات کو تنقید کا نشانہ بنا کر پاکستان جیسے ملک، جس کی اساس نظریاتی ہے، پر ایک غیر اسلامی ریاست ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں اور پھر اسی کو بنیاد بنا کر تخریبی کاروائیاں، عوام کا قتل عام، اداروں اور رفاہ عامہ کی چیزوں پر حملے اور نجی وسرکاری املاک پر یلغار کرتے ہیں۔ دین کے لیے ان کی غیرت وحمیت اپنی جگہ مگر ان کی فکر غلطی پر مبنی اور ان کے افعال سراسر قرآن وسنت کی روح سے متصادم ہیں.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم بن علی بن احمد افریقی،**لسان العرب**،(بیروت،لبنان،دارالکتب العلمیة،2009ء)ص،338۔

Ibn-e-Manzoor Jamāl ud Dīn bin Mukarram, Lisān ul Arāb, (Beirut: Dār al-Kūtub al-'Ilmīyyah, 2009), p. 73.

[2] علی اکبر، دہخدا، **لغت نامہ دہخدا**، (تہران: دانش کدہ ادبیات دانش گاہ، 1343ھ)، ج15، ص636۔

Ālī Ākbār dehadā Lūghat nāma tehrān, (Dānīsh kādā adībīyāt1443), vol.15, p.636

[3] https://en.oxforddictionaries.com/definition/terrorism ۔

[4] جبران مسعود،**الرائدمعجم لغوی عصری**،(دارلعلم للملایین بیروت،1992ء)،ص88۔

Jībrān masūd, al rāīd, lūghī asrī, (Dār Al-'Ilm, Beirūt, 1992), p.88.

[5] محمدفتحی عید،**واقع الارھاب فی الوطن العربی**،(اکادیمیة نایف العربیه للعلوم الامنیه،الریاض،مرکز الدراسات والبحوث،1999ء)،ص31

Muḥammad Fūthī Eīd, waqī ul Īrhāb fī watan ul ārabī, (Riyadh, markaz al dirāsbāt wal bohūs, 1999), p.31.

[6] http://www.urdumajlis.net/threads.

[7] http://www.scp.gov.pk/2019/10/30

[8] خلیل بن احمد الفراھیدی، **کتاب العین**،(دار احیاء التراث العربی،بیروت،2002ء)،ص 160۔

Al-Frahīdī, Khalīl bin Ahmed, Kītab ul āin,(Dār al-Iḥya'wa al-Turath al-'Arbī,Beirūt,ء2002), p.160.

[9] أبو بکر بن مسعود بن أحمد الحنفی کاسانی،**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**،(دار الکتب العلمیه،یروت،2019ء)ج6،ص57۔

Abū Bakr bin Mas'ūd bin Aḥmad al Kāsānī, ***Bada'i' as-Sana'i,*** (Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt, ء2019), vol.6.p57.

[10] احمد بن شعیب بن علی النسائی، **سنن**،(دارالکتب العلمیه،بیروت لبنان،2016ء)،رقم الحدیث:3188۔

Ahmad bin Shoaīb al-nsasāi, As-Sunan, (Dār al-Kūtūb Al- 'Ilmīyyah, Beirūt,20 16ء), hadith No.3188.

[11] القرآن 1 / 190۔

Al Qurān 1:190.

[12] القرآن 22:40،39۔

Al Qurān 22:39,40.

[13] Dr.M. Hameed Ullah, Mūslīm Condūct of Stāte, (Sh.M. Sharīf Lahore, ء1977), p. 167-168.

[14] القرآن:5:75۔

Al Qurān 5:75.

[15] أحمد بن محمد البغدادی القدوری،**المختصر للقدوری**،کتاب السیر،(دارالکتب العلمیه،بیروت لبنان،2009ء). ص،112

Ahmad bin Muḥammad al Bagdadī, al Qadurī, Kitāb ul sīar, (Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt,ء2009 , P.112

[16] عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی،**کنز الدقائق**،(دارالسراج، المدینة المنورہ،2015ء)،ص،199۔

Abdullah bin Ahmad Al Nasafī, kanz ud daqāiq, (dar us sīrāj, Al Madīna tul Mūnawara, 2015ء),p.199.

[17] ابن نجیم،زین الدین بن ابراھیم بن محمدالمصری الحنفی،**البحر الرائق شرح کنز الدقائق**،کتاب السیر،(دارالکتب العلمیه،بیروت لبنان،2015ء)، جلد 5، ص،55

Ībrahīm bin Muhammad al misrī al bah ur raīq, (Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt, Kitāb ul sīar, 2015ء). Vol.5. p.55.

[18] أحمد بن محمد البغدادی القدوری،**المختصر للقدوری** کتاب السیر،(دارالکتب العلمیه،بیروت لبنان،2009ء).،ص،45

Ahmad bin Muḥammad al Bagdadī, al Qadurī, Kitāb ul sīar,(Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt ,ء2009), p.45

[19] عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی،**کنز الدقائق**،(دارالسراج،المدینة المنورہ،2015ء)،ص،199-200۔

Abdullah bin Ahmad Al Nasafī, kanz ud daqāiq (dar us sīrāj, Al Madīna tul Mūnawara, 2015) ء, p.199.

[20] زین الدین بن ابراهیم ابن نجیم الحنفی، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق**، کتاب السیر، (دارالکتب العلمیه، بیروت لبنان، 2015ء)، جلد 5، ص22

Zain ud Dīn bin Ibrāhīm bin Nujaim, al bah ur raīq, (Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt, Kitāb ul sīar 2015ء). Vol.5. p.22.

[21] القرآن 1: 190۔

Al Qurān 1:190.

[22] القرآن 22:39۔

Al Qurān 22:39.

[23] القرآن 191:1۔

Al Qurān 1:191.

[24] القرآن 72:8۔

Al Qurān 8:72.

[25] القرآن 75:4۔

Al Qurān 4:75.

[26] محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد(، دارلاسلام،، ریاض 1997ء)، رقم الحدیث: 2810۔

Muḥammad bin Isma 'īl Al-Būkhārī, **Al-Jām 'i Al-Ṣaḥiḥ**, Kitāb ul Jihād, (Riyadh, Dār us-Salām, 1997), Ḥadīth no. 2810.

[27] القرآن 15:11۔

Al Qurān 11:15.

[28] القرآن 8: 47۔

Al Quraān 8:47.

[29] مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردقشیری نیشاپوری، **الصحیح المسلم**، (کتاب الامارت، دارالکتب العلمیه، بیروت لبنان، 2010ء)، رقم الحدیث: 1905

Muslīm bin al Hajjāj, **Al-Ṣaḥiḥ al Muslīm**, (Kitāb ul Amarāt, Dār al-Kūtūb Al-'Ilmīyyah, Beirūt,ء2010) Ḥadīth no. 1905.

[29] القرآن 15:11۔

[30] ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی، **سنن**، (دارلسلام، ریاض، 2002ء)، رقم الحدیث: 2669۔

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (, Dār us-Salām, Riyadh ء2002), Ḥadīth no. 2669

[31] محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، (کتاب الجهاد، ریاض، دارالسلام، 1997ء)، رقم الحدیث: 2852۔

Muḥammad bin Isma 'īl Al-Būkhārī, **Al-Jām 'i Al-Ṣaḥiḥ**, (Kitāb ul Jihād, Dār us-Salām, Riyadh ,1997), Ḥadīth no. 2852.

[32] ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی، **سنن**، (دارالسلام، ریاض، 2002ء)، رقم الحدیث: 2614۔

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (Dār us-Salām, Riyadh, 2002ء), Ḥadīth no. 2614

33 محمد بن اسماعیل بخاری،**الجامع الصحیح**، (دارالسلام ریاض،1997ء)،رقم الحدیث:3017-

Al-Būkhārī, **Al-Jām ʻi Al-Ṣaḥiḥ**, (Dār us-Salām, Riyadh 1997), Ḥadīth no. 3017.

34 ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث: 5268 -

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, Riyadh, (Dār us-Salām, 2002ء), Ḥadīth no. 5268

35 ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث:2687 -

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (Dār us-Salām, Riyadh, 2002ء), Ḥadīth no. 2687

36 محمد بن اسماعیل بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الجهاد،(دارلالسلام ریاض،1997ء)،رقم الحدیث:2784 -

Al-Būkhārī, **Al-Jām ʻi Al-Ṣaḥiḥ**, Kitāb ul Jihād, (Dār us-Salām, Riyadh,1997), Ḥadīth no. 2784.

37 القرآن 1:205-

Al Qurān 1:205.

38 صفی الرحمن مبارکپوری، **الرحیق المختوم**،(المکتبہ السلفیہ،شیش محل لاہور،2016ء)،ص،434-

Safī ur Rahmān, al Rahīq ul Makhtūm,(maktaba al salfīa, Lahore,ء2016) ,p. 434.

39 ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث:2761 -

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan,(Dār us-Salām, Riyadh,2002ء), Ḥadīth no. 2761

40 محمد بن اسماعیل بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب المظالم والغصب،(دارلالسلام ریاض ،1997ء)،رقم الحدیث:2369-

Muḥammad bin Isma ʻīl Al-Būkhārī, **Al-Jām ʻi Al-Ṣaḥiḥ**, Kitāb ul Muzālim,(Dār us-Salām, Riyadh , 1997), Ḥadīth no. 2369.

41 احمد بن محمد بن حنبل،**مسند احمد**،(دارالکتب العلمیه، بیروت لبنان،2010ء)،ج 4،ص،461-

Ahmad bin Muḥammad bin Hanbal, musnīd Ahmad,(Dār al-Kūtūb Al-ʻIlmīyyah, Beirūt,2010)ء.vol.4,p.461.

42 محمد بن اسماعیل بخاری،**الجامع الصحیح**،(دارلالسلام، ریاض،1997ء)،رقم الحدیث:6914-

Al-Būkhārī, **Al-Jām ʻi Al-Ṣaḥiḥ**, (Dār us-Salām, Riyadh, 1997), Ḥadīth no. 6914.

43 ابو داودسلیمان بن اشعث،سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث:2628 -

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (Dār us-Salām, Riyadh, 2002ء), Ḥadīth no. 2628

44 ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث:2629-

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (Dār us-Salām Riyadh, 2002ء), Ḥadīth no. 2629

45 ابو داودسلیمان بن اشعث سجستانی،**سنن**،(دارالسلام،ریاض،2002ء)،رقم الحدیث:2628-

Abū Dawūd Sulaimān bin Ashaas, As-Sunan, (Dār us-Salām, Riyadh, 2002ء), Ḥadīth no. 2628

46 محمد بن اسماعیل بخاری،**الجامع الصحیح**،(دارلالسلام ریاض ،1997ء)،رقم الحدیث:2992-

Al-Būkhārī, **Al-Jām ʻi Al-Ṣaḥiḥ**, (Dār us-Salām Riyadh, 1997), Ḥadīth no. 2992.

47 ابو عبد الله محمد بن عبد الله نیساپوری،**مستدرک حاکم**،(شبیر برادرز اردو بازار لاہور،2010ء)،ج،4،رقم الحدیث:268

Muḥammad bin Abdullah, Mūtadrik hakīm, (Shabbīr brothers Lahore2010), vol. 4, Ḥadīth No.268